قلة المال وکثرة العیال " مال کی کمی اور اولاد کی کثرت "

یہ وہ حدیث ہے جو خاندانی منصوبہ بندی بورڈ لاہور نے ایک رنگین خوبصورت چارٹ کی شکل میں شائع کی ہے اور جس سے بورڈ والوں کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اولاد کی کثرت وہ عذاب الٰہی ہے جس سے بچنے کے لیے حضورؐ اکرم نے بھی خدا کی پناہ مانگی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ خدا کے اس عذاب سے بچنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی بورڈ کی پناہ میں آ جائیں اور بورڈ کی طرف سے پیش کردہ منصوبہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے تھوڑے بچے پیدا کریں۔ ذیل میں اس پر ہم ایک تبصرہ پیش کرنا چاہتے ہیں :

تبصرہ اور جائزہ | مندرجہ بالا مطبوعہ حدیث پر نظر ڈال کر ہر لکھا پڑھا شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کے متعلق بورڈ والوں نے دو دعوے کیے ہیں۔ ایک یہ کہ اللّٰھم انی اعوذ بك من جھد البلاء یقینی طور پر حضورؐ کا ارشاد ہے۔ دوسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے صحابۂ کرام کے استفسار کے جواب میں جھد البلاء کی تفسیر قلتِ مال اور کثرتِ اولاد سے فرمائی ہے۔ اس کے لیے تین بڑے بڑے محدثین رحمہم اللہ کی کتابوں کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ ساری باتیں بے بنیاد اور غلط ہیں۔ نہ یقینی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ اللّٰھم انی اعوذ بك من جھد البلاء حضورؐ کا ارشاد ہے نہ صحابۂ کرام نے استفسار کی زحمت اٹھائی ہے، نہ آنحضرت صلعم نے جھد البلاء کی تفسیر قلتِ مال اور کثرتِ اولاد فرمائی ہے، اور نہ بخاری، مسلم اور نسائی میں صحابۂ کے استفسار اور حضورؐ کی تفسیر کا کہیں نام و نشان ملتا ہے۔ یہ سب باتیں نہ صرف بے بنیاد ہیں جو اپنی مطلب براری کے لیے بورڈ والوں نے گھڑ لی ہیں بلکہ یہ حضور اکرمؐ اور صحابۂ کرام پر افتراء اور ایک بہتانِ عظیم بھی ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضورؐ کے ارشاد : من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار کے بموجب اس جھوٹ اور افترا کی جو کچھ سزا ہو سکتی ہے بورڈ کے ارکان نے اپنے آپ کو اس کا مستحق بنا لیا ہے اور کسی طرح بھی وہ اس سے بچ نہیں سکتے۔ اب ذیل میں بورڈ کی پیش کردہ حدیث پر امام بخاریؒ، امام مسلم اور امام نسائی کے حوالوں کی روشنی میں تبصرہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ معاملہ کی اصل حقیقت واضح ہو کر سامنے آئے۔

امام بخاری اور حدیث جھد البلاء | امام بخاریؒ نے کتاب الدعوات، باب التعوذ من جھد البلاء میں یہ حدیث اس طرح ذکر کی ہے :

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان - قال حدثنی سُمیؒ عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یتعوذ من جھد البلاء و درک الشقاء و سوء القضاء و شماتۃ الاعداء

امام بخاریؒ اپنی مذکورہ سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم جہد البلاء، درک الشقاء، سوء القضاء اور شماتۃ الاعداء سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے۔ (یعنی اے اللہ! مجھے تکالیف کی شدت، شقاوت، قضائے الٰہی کے نتائج بد اور دشمنوں کی خوشنودی سے اپنی پناہ میں رکھے۔)

اس حدیث میں اگرچہ بظاہر چار چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے جن میں سے ایک جہد البلاء بھی ہے لیکن حدیث کے راوی سفیان بن عُیَینہ نے ان چار چیزوں کے متعلق واضح طور پر یہ اعتراف کیا ہے کہ ان میں سے تین چیزیں تو حضورؐ کے ارشاد میں موجود ہیں لیکن چوتھی چیز موجود نہیں ہے۔ اس کو میں نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، اگرچہ مجھے اس کا علم نہیں کہ وہ چاروں میں سے کونسی ہے۔" امام بخاریؒ نے ان کا یہ قول اس طرح نقل کیا ہے:

قال سفیان الحدیث ثلث زدتُ انا واحدۃ لا ادری ایتھن ھی -

"سفیان کہتے ہیں کہ حدیث میں صرف تین چیزیں مذکور ہیں اور ایک کو میں نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کونسی چیز ہے۔"

سفیان بن عُیَینہ کے اس بیان سے مذکورہ چار چیزوں میں سے ہر ایک کی حالت مشکوک اور مشتبہ ہو گئی اور کسی ایک کے متعلق بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حضورؐ کے ارشاد میں مذکور ہے اور حضورؐ نے اس سے پناہ چاہی ہے۔ اس بنا پر جہد البلاء کے متعلق بھی یقینی طور پر یہ دعویٰ کرنا مشکل ہے کہ وہ حضورؐ کے ارشاد میں موجود ہے اور حضورؐ نے اس سے خدا کی پناہ مانگی ہے۔ اب قارئینِ کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ بورڈ والوں نے جس جزم اور یقین کے ساتھ حضورؐ کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ حضورؐ بسا اوقات یہ فرمایا کرتے تھے: اللّٰھم انی اعوذ بک من جھد البلاء، یہ کہاں تک مبنی برحقیقت ہے؟

امام مسلمؒ اور حدیث جہد البلاء | امام مسلم نے بھی اپنے دو استادوں (عمرو الناقد، اور زُہیر بن حرب) سے

مذکورہ بالا سند کے ساتھ یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ من سوء القضاء ومن درک الشقاء ومن شماتۃ الاعداء ومن جھد البلاء	آنحضرت صلعم قضاء الٰہی کے بُرے نتائج اور شقاوت و بدبختی، اور دشمنوں کی خوشنودی اور تکلیفات و مصائب کی شدت سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے "

(باب الدعوات والتعوذ)

لیکن یہاں بھی امام موصوف نے سفیانؒ بن عُیینہ کے متعلق اپنے ایک استاد عمرو الناقد کے حوالہ سے یہ لکھا ہے : قال عمرو الناقد فی حدیثہ - قال سفیان اشک انی زدت واحدۃ منہا " عمرو نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ سفیانؒ نے کہا، مجھے شک ہے کہ میں نے ان چاروں میں سے ایک کو اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے "—— اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ چاروں میں سے ایک سفیان کی زائد کردہ ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ جھد البلاء ہی ہو ——

امام نسائی اور حدیث جھد البلاء | امام نسائی نے بھی اپنے استاد اسحٰق بن ابراہیم سے سفیان کی مذکورہ سند کے ساتھ یہ روایت اس طرح ذکر کی ہے :

اخبرنا اسحٰق بن ابراھیم قال اخبرنا سفیان عن سمی عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من ھذہ الثلثۃ من درک الشقاء وشماتۃ الاعداء وسوء القضاء وجھد البلاء۔	" اسحٰق بن ابراہیم نے ہمیں سفیان کی مذکورہ سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلعم تین چیزوں سے پناہ مانگتے تھے۔ شقاوت و بدبختی، اور دشمنوں کی خوشنودی، اور قضاء الٰہی کے بُرے نتائج اور تکالیف و مصائب کی شدت سے "

لیکن یہاں بھی امام نسائی نے سفیان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضورؐ کے ارشاد میں فی الواقع جو چیزیں مذکور ہیں وہ تین ہیں نہ کہ چار۔ لیکن ایک کو میں نے اپنی طرف سے اس لیے بڑھا دیا ہے کہ مجھے خاص طور پر وہ چیز یاد نہیں ہے جو حضورؐ کے ارشاد میں موجود نہیں ہے " چنانچہ وہ لکھتے ہیں : قال سفیانؒ ھو ثلثۃ فذکرت اربعۃ لانی لا احفظ الواحد الذی لیس فیہ " سفیانؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو چیزیں مذکور ہیں وہ تین ہیں - چوتھی چیز حدیث میں موجود نہیں ہے لیکن میں نے اس لیے اسے بڑھا دیا ہے کہ مجھے خاص طور پر وہ چیز یاد نہیں ہے جو حدیث میں موجود نہیں ہے "

الحاصل: امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ تینوں محدثین نے جہاں یہ حدیث نقل کی ہے، وہاں سفیانؒ کا مندرجۂ بالا قول بھی انہوں نے ذکر کیا ہے جس سے جہد البلاء کی حیثیت مشکوک اور مشتبہ ہو جاتی ہے اور یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ حضورؐ کے ارشاد میں موجود بھی ہے یا نہیں اور حضورؐ نے اس سے پناہ مانگی ہے یا نہیں۔ بلکہ امام نسائیؒ کے اندازِ روایت سے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سفیان نے اپنی طرف سے چوتھی چیز کا جو اضافہ کیا ہے وہ جہد البلاء ہی ہے۔ کیونکہ امام موصوف نے اپنی روایت میں صریح طور پر تین کا لفظ ذکر کیا ہے: کان یتعوذ من ھٰذہ الثلثۃ۔ پھر ان کی تفصیل میں تین چیزیں ذکر کی ہیں۔ درک الشقاء، شماتۃ الاعداء اور سوء القضاء۔ اور جہد البلاء کو چوتھے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ جس سے اس بات کا گمان غالب ہوتا ہے کہ سفیانؒ کی زائد کردہ چیز جہد البلاء ہی ہے ——— اب خاندانی منصوبہ بندی بورڈ نے حضورؐ کی طرف جو یقینی اور حزمی طریقہ سے جہد البلاء کو منسوب کیا ہے، یہ اس احتیاط کے سراسر خلاف ہے جو محدثینؒ نے دربابِ حدیث ملحوظ رکھی ہے۔ ایسی جسارت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند ترین مقام اور آپؐ کی طرف بے بنیاد بات منسوب کرنے کے خطرناک انجام سے یکسر ناواقف ہوں۔ یا اپنی مطلب براری کے لیے ہر ناجائز کو جائز قرار دینے کے عادی ہوں۔

صحابۂ کرام کا استفسار اور جہد البلاء کی نبوی تفسیر | ذیل میں حدیث کے اس حصّہ پر بحث کی جاتی ہے جس کے بارے میں خاندانی منصوبہ بندی کے بورڈ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صحابۂ کرام نے جہد البلاء کے متعلق یہ استفسار کیا تھا کہ اس سے مراد کیا ہے؟ اور آپ نے ---- ان کے اس استفسار کے جواب میں فرمایا تھا کہ: قلۃ المال و کثرۃ العیال۔" جہد البلاء مال کی کمی اور اولاد کی کثرت ہے" لیکن درحقیقت یہ دعویٰ حضورؐ اکرم صلعم اور صحابۂ کرام پر افتراء اور بہتان ہے اور نقلاً و عقلاً دونوں لحاظ سے غلط اور ناقابلِ تسلیم ہے۔

نقل کے اعتبار سے تو اس لیے صحیح نہیں کہ حدیث کی جتنی معروف کتابیں ہیں، مثلاً بخاریؒ، مسلم، ابوداؤدؒ ترمذیؒ اور نسائیؒ وغیرہ، ان میں سے کسی ایک کتاب کے اندر بھی یہ ذکر نہیں ملتا کہ صحابۂ کرام نے جہد البلاء کے متعلق حضورؐ سے استفسار کیا تھا اور آپؐ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: قلۃ المال و کثرۃ العیال۔ بورڈ والوں نے اس کا حوالہ بخاریؒ، مسلم اور نسائیؒ سے پیش کیا ہے حالانکہ صرف انہی کتابوں میں نہیں بلکہ دوسری کتبِ حدیث میں بھی اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔

عقلی پہلو | اور عقلاً یہ دعویٰ تین وجوہ سے غلط اور ناقابلِ تسلیم ہے۔ ذیل میں تینوں کو نمبروار ذکر کیا

جاتا ہے :

پہلی وجہ | سفیان بن عُیَینہ نے حدیث میں مذکور چار چیزوں کے متعلق جو وضاحت فرمائی ہے، جسے بخاریؒ مُسلم اور نسائی کے حوالہ سے ہم نے اُوپر کی سطور میں پیش کیا ہے، اس کی روشنی میں خود جہد البلاء کا وجود یقینی نہیں ہے، تو اس کے بارے میں استفسار، یا تفسیرِ نبویؐ کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ اسے یقینی تسلیم کیا جائے۔ یہ تو "آب راندیدی و موزہ راکشیدی" کا معاملہ بن جائے گا۔

دوسری وجہ | اس دعوے کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہؓ کرام نے فی الواقع حضورؐ سے جہد البلاء کے متعلق استفسار کیا ہوتا اور حضورؐ نے اس کے جواب میں جہد البلاء کی تفسیر قلّتِ مال اور کثرتِ عیال سے فرمائی ہوتی تو شُرّاحِ حدیث، جہد البلاء کی تفسیر میں اختلاف نہ کرتے اور حضورؐ کی تفسیر کے مقابلہ میں دوسری کوئی تفسیر پیش نہ کرتے آخر حضورؐ کی پیش کردہ تفسیر کی موجودگی میں کسی محدّث یا شارحِ حدیث کو یہ حق کیسے پہنچ سکتا ہے کہ وہ اس کو پسِ پشت ڈال کر اپنی طرف سے کوئی مخالف تفسیر پیش کر دے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شرّاحِ حدیث نے جہد البلاء کے لیے دو مختلف تفسیریں پیش کی ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد مصائب کی کثرت اور تکالیف کی وہ شدّت ہے جو انسان کے لیے قابلِ برداشت نہ ہو اور جس کے پیش آنے پر انسان موت کو اپنے لیے پسند کرتا ہو، خواہ یہ مصائب اور تکالیف جس قسم کی بھی ہوں۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قلّتِ مال اور کثرتِ عیال ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وجهد البلاء هى الحالة التى يختار عليها الموت بحيث لو خير بين الموت وبين تلك الحالة لاحب ان يموت تحرّدًا عن تلك الحالة۔ وقيل هو قلة المال وكثرة العيال "جہد البلاء سے مراد وہ حالت ہے جس پر موت کو ترجیح دی جاتی ہے یعنی اگر انسان کو موت اور اس حالت دونوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو وہ اس حالت سے بچنے کے لیے موت کو ترجیح دے دیگا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد قلّتِ مال اور کثرتِ عیال ہے"۔ (سندھی بہامش نسائی ج ۲ ص ۲۷۵)۔ یہی دو تفسیریں حواشی بخاریؒ ج ۲ ص ۹۳۹ میں اور مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۱۶ میں مختلف شرّاحِ حدیث کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہیں۔ شرّاحِ حدیث کی یہ تفسیریں خود بتلا رہی ہیں کہ جہد البلاء کی تفسیر میں شارحینِ حدیث کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات کہیں بھی نظر سے نہیں گزری ہے کہ حضورؐ نے جہد البلاء کی تفسیر خود قلّتِ مال اور کثرتِ اولاد سے فرمائی ہے۔ اس طرح کی کوئی تفسیر اگر

حضورؐ سے ثابت ہوتی تو شارحینِ حدیث کبھی بھی اس کے خلاف کوئی تفسیر پیش کر کے حضورؐ کی مراد کی ترجمانی اور تشریح غلط طریقے سے نہ کرتے۔ یہ حضور اکرمؐ پر افتراء اور کذب بیانی کی بدترین مثال ہے جو کسی خدا ترس آدمی سے ہرگز متوقع نہیں ہو سکتی۔

تیسری وجہ | اس دعوے کے غلط ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر حضورؐ کی نگاہ میں کثرتِ اولاد اس قدر معیوب اور خدا کی طرف سے ایک عذاب ہوتی جس سے حضورؐ خود خدا کی پناہ طلب کریں تو کبھی بھی آنحضورؐ کسی اُمّتی کے حق میں کثرتِ اولاد کی دعا نہ مانگتے۔ کیونکہ یہ بات آپؐ کی شانِ رحمۃ للعالمینی سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتی کہ اپنے کسی اُمّتی کے حق میں آپ یہ دعا کریں کہ "اے اللہ! میرے اِس اُمّتی کو اپنی طرف سے کثرتِ اولاد جیسے عذاب میں مبتلا کر دے، وہ عذاب جس سے میں خود آپ کی پناہ چاہتا ہوں"—— حالانکہ یہ بات ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ حضورؐ نے اپنے ایک خصوصی خادم حضرت انسؓ کے حق میں اس طرح کی دعا فرمائی ہے، اور یہ اس دعا ہی کی برکت تھی کہ ان کی اولاد ان کی زندگی میں سینکڑوں سے بھی زائد ہو چکی تھی۔ اس کے لیے ہم صحیح بخاریؒ سے چند روایات نقل کرتے ہیں

عن انسؓ قال قالت امی یا رسول اللہ خادمک انسؓ ادع اللہ لہ، قال اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ و بارک لہ فیما اعطیتہ (وفی روایۃٍ) قالت ام سلیمؓ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انس خادمک۔ قال اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ و بارک لہ فیما اعطیتہ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۳۸ و ۹۳۹)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میری والدہ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ آپؐ اپنے خادم انسؓ کے لیے دعا فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا: "اے باری تعالیٰ! انسؓ کو زیادہ مال اور اولاد عطا فرما۔ اور جو کچھ آپ کی طرف سے اس کو ملے اس میں برکت عطا فرما"۔ دوسری روایت میں ہے کہ ام سُلیمؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ انسؓ آپؐ کا خادم ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ باری تعالیٰ! انسؓ کو بہت مال و دولت اور اولاد عطا فرما اور اس میں برکت عطا فرما"۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

فکثر مالہ وکان لہ بالبصرۃ بستان یثمر فی السنۃ مرتین۔ وکان لہ مائۃ و

حضرت انسؓ کا مال اس دعا کی برکت سے بہت بڑھ گیا اور بصرہ میں ان کا ایک باغ تھا جو سال میں

عشرون ولداً - وقیل انه کان یطوف بالکعبة ومعه من ذریته اکثر من سبعین نفسا -

دو دفعہ پھل لاتا تھا۔ اور وہ ایک سو بیس[120] سے بھی زائد بچوں کے باپ بنے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ جب کعبہ کا طواف کرتے تھے تو ان کے ساتھ انہی کی اولاد میں سے ستّر سے زائد نفوس شریک ہوا کرتے تھے۔"

اسی واقعہ کو امام بخاریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصوم میں اس طرح ذکر کیا ہے :

عن انسؓ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی امّ سلیم فاتته بتمر وسمن فقال اعیدوا سمنکم فی سقائه وتمرکم فی وعائه فانی صائم ثم قام الی ناحیة من البیت فصلی غیر المکتوبة فدعا لامّ سلیم واھلٖ بیتها فقالت امّ سلیم یا رسول اللہ ان لی خویصة قال ما ھی قال خادمک انسؓ فما ترک خیر الدنیا ولا خیر الاخرة الا دعا لی به - اللھم ارزقه مالا وولداً وبارك له - فانی لمن اکثر الانصار مالا وحدثتنی ابنتی امینة انه دفن لصلبی مقدم الحجاج البصرة بضع وعشرون ومائة -ا ھ

(بخاری ج ا ص ۲۶۶ - کتاب الصوم، باب من زار قوما فلم یفطر عندھم)

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ میری والدہ امّ سلیمؓ کے ہاں تشریف لائے۔ امّ سلیمؓ نے حضورؐ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کر دیئے۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ دونوں اپنے اپنے برتنوں میں واپس کر دو کیونکہ میں روزہ دار ہوں۔ پھر گھر کے ایک کونہ میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور امّ سلیمؓ اور ان کے گھر والوں کے حق میں دعا فرمائی۔ امّ سلیمؓ نے عرض کیا حضورؐ! میرا ایک خاص بچہ بھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ کون ہے؟ امّ سلیمؓ نے کہا آپ کا خادم انسؓ تو آپؐ نے میرے لیے دارین کی بھلائی کی دعا فرمائی۔ فرمایا:

"اے اللہ! انسؓ کو مال و اولاد عطا فرما اور اس میں اس کے لیے برکت پیدا فرما۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں اسی دعا کی برکت سے انصار میں سب سے زیادہ مالدار بن گیا اور اسی بنا پر مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا ہے کہ بصرہ میں حجاج کی آمد کے وقت میری ایک سو بیس[120] سے زائد صلبی اولاد مر کر دفن ہو چکی تھی۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "دفن لصلبی" پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

وفی ھذا دلالة علی کثرة ماجاء

"دفن لصلبی" کے لفظ میں اس بات پر واضح دلالت

من ولد فان هٰذا القدر هو الذی مات منهم - واما الذین بقوا فعند مسلم عن انسؓ ان ولدی وولد ولدی لیتعادون علی نحو المائة - اھ

پائی جاتی ہے کہ حضرت انسؓ کی اولاد بہت زیادہ تھی - کیونکہ ایک سو بیس سے کچھ زائد کی جو تعداد بیان کی گئی ہے یہ فوت شدہ اولاد کی تعداد تھی رہی زندہ اولاد، تو اس کے متعلق امام مسلم نے خود حضرت انسؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میری صلبی اولاد اور پوتے و نواسے سو سے بھی اوپر ہیں۔

اِن روایات سے حضرت انسؓ کی تمام اولاد کی جو مجموعی تعداد کا تخمینہ معلوم ہوتا ہے وہ دو سو سے بھی زیادہ ہے - اور یہ سب کچھ اس دعا ہی کا نتیجہ تھا جو حضورؐ نے حضرت انسؓ کے حق میں فرمائی تھی کہ " اے اللہ! انسؓ کو مال و اولاد کی فراوانی اور اس میں برکت عطا فرما "

استفسار | ان روایات کو سامنے رکھ کر ہم خاندانی منصوبہ بندی بورڈ کے معزز ارکان سے یہ استفسار کرتے ہیں کہ اگر کثرتِ اولاد خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب ہے جس سے خدا کے برگزیدہ رسولؐ نے بھی اللہ کی پناہ طلب کی ہو تو ہمیں بتایا جائے کہ خدا کے اِنہی محبوب نبیؐ اور برگزیدہ رسول نے اپنے ایک خصوصی خادم اور مخلص کارکن حضرت انسؓ کو اسی عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کیسے مانگی ؟ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلعم نے یا تو جہد البلاء سے پناہ چاہی نہیں اور اللّٰھم انی اعوذبک من جہد البلاء حضورؐ کے ارشاد کا جزء ہے ہی نہیں ہے - جیسے سفیانؒ بن عیینہ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے - یا پھر جہد البلاء کی تعبیر قلتِ مال اور کثرتِ عیال سے صحیح نہیں ہے نہ آنحضرت صلعم نے جہد البلاءؐ کی کوئی ایسی تفسیر فرمائی ہے -

برسبیل تنزل | بفرضِ محال اگر اِن تمام روایات سے صرفِ نظر کر کے ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم بھی کریں کہ حضورؐ نے جہد البلاء سے پناہ چاہی ہے، اور قلتِ مال اور کثرتِ اولاد سے جہد البلاء کی تفسیر بھی فرمائی ہے، پھر بھی اس سے قطعی طور پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کثرتِ اولاد کوئی معیوب و مذموم چیز ہے، اور شارع علیہ السلام کی نظر میں یہ اس قابل ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے یا کسی منصوبہ بندی کے ذریعے اس پر پابندی عائد کی جائے - آخر کیوں یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ حضورؐ نے اگر قلتِ مال اور کثرتِ اولاد سے خدا کی پناہ چاہی ہے تو اس سے آپؐ کا مقصد صرف قلتِ مال سے پناہ مانگنا

ہوں نہ کہ کثرتِ عیال سے، بلکہ اولاد کی کثرت آپؐ کی نظر میں مطلوب اور پسندیدہ ہو، مگر قلتِ مال کے ساتھ اس کا ذکر محض اس لیے کیا گیا ہو کہ کثرتِ عیال کے وقت مال کی قلت اور کمی سے انسان کی تکلیف اور مصیبت اس قدر سخت اور شدید ہو جاتی ہے کہ اس سے پیدا شدہ پریشانی ایک سنگین شکل وصورت اختیار کرتی ہے اور انسان ایسے وقت میں موت کو زندگی پر ترجیح دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، نہ کہ کثرتِ اولاد بذاتِ خود شارع علیہ السلام کی نظر میں اس قابل ہے کہ اس سے خدا کی پناہ طلب کی جائے۔

تائیدی دلائل | اس امکان اور احتمال کی تائید ان روایات سے بھی ہو سکتی ہے جن میں ایک طرف حضورؐ نے فقر اور قلتِ مال سے پناہ مانگی ہے، مثلاً: بہ روایت اللھم انی اعوذ بك من الفقر و القلة "اے اللہ! میں فقر و فاقہ، اور قلتِ مال سے تیری پناہ چاہتا ہوں" (نسائی)، یا مثلاً: بہ روایت اللہم انی اعوذبک من الفقر الا الیک "اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تیری بابرکت ذات کے سوا میں کسی دوسرے کا محتاج رہوں"۔ اور دوسری طرف ان میں حضرت انسؓ کے حق میں مال اور اولاد کی کثرت کی دعاء آپؐ نے فرمائی ہے۔ ان روایات کو سامنے رکھ کر "جہد البلاء" کا مطلب صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ فی الواقع حضورؐ کی حدیث ہے تو اس میں حضور صلعم کا منشاء صرف قلتِ مال سے پناہ طلب کرنا ہے نہ کہ کثرتِ اولاد سے۔ لیکن اس کو قلتِ مال کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ کثرتِ عیال کے وقت مال کی قلت انسان کے لیے ناقابلِ برداشت مصیبت بن جاتی ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ ہم دعاء میں یوں کہیں کہ: اللّٰھم انا نعوذبک من کثرۃ المال والبخل "اے اللہ! ہم مال کی کثرت اور بخل (کنجوسی) سے تیری پناہ چاہتے ہیں"۔ اس میں ہمارا مقصد صرف بخل اور کنجوسی سے پناہ طلب کرنا ہوتا ہے نہ کہ کثرتِ مال سے۔ مگر اس کو بخل کے ساتھ اس لیے ملا لیتے ہیں کہ مال و دولت کی فراوانی کے وقت بخل اور کنجوسی کی قباحت میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم یہ دعاء مانگیں کہ: اللّٰھم انا نعوذبك من العلم وترک العمل "اے اللہ! ہم علم اور اس کے مطابق عمل نہ کرنے سے تیری پناہ چاہتے ہیں"، تو ظاہر ہے کہ اس سے بھی ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ ہم علم سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں بلکہ علم حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق عمل نہ کرنے سے ہم پناہ مانگتے ہیں لیکن علم کو اس کے ساتھ اس لیے ملا لیتے ہیں کہ عالم ہونے ہوتے علم کے مطابق عمل نہ کرنا خدا کے نزدیک سنگین ترین جرم بن جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہو سکتا ہے کہ (بشرطِ ثبوت) قلتِ مال اور کثرتِ عیال

سے پناہ طلب کرنے کا بھی مقصد صرف قلت مال سے پناہ طلب کرنا ہو، اور کثرتِ عیال کو اس کے ساتھ اس لیے ملا دیا گیا ہو کہ کثرتِ عیال کے وقت مال کی قلت یا اس کا فقدان زیادہ تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔

(بقیہ اشارات)

بھی پوری طرح آگاہ ہونا چاہیے۔ وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر مسائل کی نوعیت اور اُن کا مزاج بھی بدلتا رہتا ہے اس لیے اگر قیادت قوم کی مزاج شناس نہیں ہوتی تو وہ اُسے کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔

اس ضمن میں یہ بات البتہ ذہن نشین رہے کہ دینی قیادت کے لیے ماحول کے تقاضوں کو سمجھنا تو بلاشبہ ایک ناگزیر ضرورت ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ قوم کو ان تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ انہیں سمجھنے کی ضرورت محض اس لیے ہے تاکہ ماحول کو دینی تقاضوں کے مطابق بدلنے میں جو دشواریاں پیش آسکتی ہیں انہیں پوری طرح ذہن نشین کرنے میں مدد ملے۔ دوسرے قوم کے مزاج سے شناسائی کا مقصد بھی یہ نہ ہونا چاہیے کہ قوم کی کمزوریوں سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ان سے فائدہ اٹھایا جائے مثلاً اگر یہ معلوم ہو جائے کہ قوم جذباتی ہے تو اس کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی جائے یا اس کے جذبات کے اندر ہیجان پیدا کر کے اُس سے ہنگامہ آرائی کا کام لیا جائے۔ دینی قیادت کسی فرد یا قوم کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی۔ وہ ایک حاذق طبیب کے سے جذبات کے ساتھ اپنی قوم کی کمزوریوں کو سمجھنے کی کوشش کرتی، اور پھر اہل دل انسان کی طرح انہیں دُور کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتی ہے۔ وہ عوارض کو صرف اس لیے جاننے کی کوشش کرتی ہے کہ ان کا خاطر خواہ علاج کر کے قوم کو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے صحت مند بنایا جائے۔

خـــالی   صفحـــه